فروع کے مسائل میں سنت کی راہ نمائی: امام شاطبیؒ کا نقطہ نگاہ

Imam Shatbi on the application of Sunnah in Different Cases

حافظ فرحان ارشد: پی ایچ ڈی سکالر گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

Absatract

Islam presents the solution of all human problems. It has two original sources; Quran and Hadith. It is clear that the interpretation of the Quran will be credible and reliable, and if the Sunnah and Hadith are separated from Allah, then the Qur'an will not be understood. The Quran is a book based on the principles and laws of Allah, and for the sake of explaining these principles, Allah has inspired the Holy Prophet (PBUH). If the Quran relies solely on its text for its on interpretation, many rules cannot be understood. For example, the Qur'an has ordered the establishment of prayer but did not mention the times and the methodology and all its problems. We have to turn to the Holy Prophet to explain this important membership. Likewise, there is a case of zakat, which is commanded in the Book of Allah, but we are required of the Sunnah for all its rules and problems. We have to consult sunnah for the solution of different complicated problems. Imam Shatbi has a strong opinion regarding the importance of sunnah. He has foxed this issue in his book "Al-mawafqat". This research study has been presented for the interpretation and explanation of Shabti's views regarding sunnah and its application in different cases.

Keywords: Al-mawafqat, Holy Prophet, Imam Shatbi, Islam, Sunnah, Quran.

قرآن کریم شریعت کے قواعد عامہ اور اکثر احکام کلیہ کا جامع ہے اسی جامعیت نے اس کو ایک ابدی اور دائمی حیثیت عطا کی ہے اور جب تک کائنات پر حق قائم ہے وہ بھی قائم ودائم رہے گا۔ سنتِ نبوی ان قواعد کی شرح وتوضیح کرتی۔ ان کے نظم وربط کو برقرار رکھتی ہے اور کلیات سے جزئیات کا استخراج کرتی ہے یہ ایک درخشندہ حقیقت ہے جس سے ہر وہ شخص بخوبی آگاہ ہے جو سنت کے تفصیلی مطالعہ سے بہرہ مندہ ہوچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عصر وعہد کے علما وفقہا سنت پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ سنت کے دامن سے وابستہ رہے اور نئے حوادث وواقعات کے احکام اس سے اخذ کرتے رہے۔ قرآن کریم تمام شرعی دلائل کا ماخذ ومنبع ہے۔ اجماع وقیاس کی حجیت کے لیے بھی اسی سے استدلال کیا جاتا ہے، اور اسی نے سنت نبویہ کو شریعتِ اسلامیہ کا مصدرِ ثانی مقرر کیا ہے مصدر شریعت اور

متمم دین کی حیثیت سے قرآن مجید کے ساتھ سنت نبویہ کو قبول کرنے کی تاکید وتوثیق کے لیے قرآن مجید میں بے شمار قطعی دلائل موجود ہیں۔ مسلمانوں کا روزِ اول سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی ایک مستقل شرعی حیثیت ہے۔ اتباعِ سنت جزو ایمان ہے۔ حدیث سے انکار واعراض قرآن کریم سے انحراف وبُعد کا زینہ اور سنت سے اغماض ولاپرواہی اور فہم قرآن سے دوری ہے۔ سنت رسول ﷺ کے بغیر قرآنی احکام وتعلیمات کی تفہیم کا دعویٰ نادانی ہے۔

اطاعت رسول ﷺ کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت صرف آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے فرض قرار دی گئی ہے۔ گویا اطاعتِ رسول ﷺ اور ایمان لازم وملزوم ہیں اطاعت ہے تو ایمان بھی ہے، اطاعت نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ اطاعتِ رسول ﷺ کے بارے میں قرآنی آیات واحادیث شریفہ کے مطالعہ کے بعد یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ دین میں اتباعِ سنت کی حیثیت کسی فروعی مسئلہ کی سی نہیں بلکہ بنیادی تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے۔ اتباعِ سنت کی دعوت کو چند عبادات کے مسائل تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ دعوت ساری زندگی پر محیط ہونی چاہیے۔ جس طرح عبادات (نماز، روزہ، حج وغیرہ) میں اتباع سنت مطلوب ہے اسی طرح اخلاق وکردار، کاروبار، حقوق العباد اور دیگر معاملات میں بھی اتباع سنت مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مَنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰہ [1] کا فرمان جاری فرما کر دونوں مصادر پر مہر حقانیت ثبت کر دی۔ لیکن پھر بھی بہت سارے لوگوں نے ان فرامین کو سمجھنے اور ان کی فرضیت کے بارے میں ابہام پیدا کر کے کوتاہ بینی کا ثبوت دیا۔ مستشرقین اور حدیث وسنت کے مخالفین کی طرف سے حدیث کی شرعی حیثیت کو مجروح کر کے دینِ اسلام میں جس طرح بگاڑ کی نامسعود کوشش کی گئی اسے دینِ حق کے خلاف ایک سازش ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ بات ہر ذی شعور ہر واضح ہے کہ عقل انسانی اگر وحی ربّانی سے مستنیر اور روشن نہ ہو، اور اس کی تائید وحی منزّل سے نہ کی جائے تو اس کے بس میں نہیں ہے کہ بطور خود ''کلام اللہ'' سے شریعت کی جملہ تفصیلات اور تمام تر احکامات کا فہم وادراک کر سکے؛ اس لیے مکمل طور پر شریعت اسلامی کو جاننے کے لیے از بس ضروری ہے کہ حاملِ وحی الٰہی، اواسرار رازِ قرآنیہ کلام اللہ کے شارح پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا سہارا لیا جائے؛ تاکہ ان

کے شرح وبیان سے باری تعالیٰ کی مراد کو سمجھا،اور قرآنِ محکم سے احکام کی تفصیلات کو اخذ کیا جا سکے، لہٰذا اگر حدیث کی حجیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا تو ان کی استعانت سے کلام اللہ کی مراد کی تعیین اور احکام ومسائل کی تفصیل کیوں کر درست ہو گی؟

حدیث پاک کی اسی ہمہ گیر اہمیت اور تشریعی حیثیت کی بناء پر، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی اتباع اور پیروی کا اس قدر تاکید اور کثرت سے حکم دیا ہے کہ اس کا شمار آسان نہیں ہے، جس کے مجموعہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی شریعت میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل وحجت کی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

الاہل عَسَی رجل یبلغُه الحدیث عنّی وہو متّکی علی أریکته، فیقول: بیننا وبینکم کتاب اللّٰه، فما وجدنا فیه حلالاً استحللناه، و ما وجدنا فیه حراماً حرّمناه، واِنّ ما حرّم رسول اللّٰه کما حرّم اللّٰه۔[2]

غور سے سنو! بیشک قریب ہے کہ ایک مرد کو میری جانب سے حدیث پہنچے گی،اور وہ اپنے آراستہ تخت پر ٹیک لگائے ہو گا، تو کہے گا کہ ہمارے، تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے؛ لہٰذا اس میں جس چیز کو ہم حلال پائیں گے اسے حلال باور کریں گے، اور اس میں جس چیز کو ہم حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے؛ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی حرمت اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی طرح ہے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پاک درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

(1) قرآن مجید کی طرح احادیث بھی منجانب اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی ہیں۔

(2) قرآن حکیم کی طرح احادیث بھی احکام میں حجت ہیں۔

(3) قرآن مقدس کی طرح احادیث مبارکہ پر بھی عمل لازم ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت کے اثبات میں بالکل صریح ہے؛ کیوں کہ اس حدیث کے جملہ "أُوتیت الکتاب ومثله معه" میں "الکتاب" سے قرآن مجید، اور "مثله" سے حدیث ہی مراد ہے، اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا

ہے کہ آپ کی حدیث سے اعراض جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث سے اعراض قرآن مجید سے اعراض کے مرادف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اٰتَاکُم الرسولُ فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا[3]

رسول اللہ تم سے جو بیان کریں اس پر عمل کرو اور جس کام سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

اَنّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خطب الناس فى حجّة الوداع فقال فى خطبته: "... يا أيها الناس، انّى تركتُ فيكم ما اِن اعتصمتم به فلن يَضِلّوا أبداً: كتاب اللّٰه، وسنة نبيه ..."[4]

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" میں لوگوں سے خطاب کیا تو اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو بیشک میں نے چھوڑی ہے تمہارے درمیان ایسی چیز کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو کبھی راہ سے نہیں ہٹو گے (وہ چیز) اللہ کی کتاب، اور اللہ کے نبی کی حدیث ہے۔

قرآن وحدیث کا یہ ربط باہمی صاف بتا رہا ہے کہ دین اسلام میں حدیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت تشریعی اور حجت و دلیل ہی کی ہے؛ کیونکہ جب حدیث پاک کتاب الٰہی کا بیان اور اس کی شرح ہے، اور بلاریب قرآن کی حیثیت تشریعی ہے، تو بغیر کسی تردد کے اس کے بیان و شرح کی حیثیت بھی تشریعی ہی ہو گی، یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک امت کا ہے۔

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے:

سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: نضّراللّٰه امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يُبلّغة غيره فانه رُبّ حاملِ فقهٍ ليس بفقيه، ورُبّ حامل فقه الى من هو أفقه منه[5]

میں نے رسولِ خدا ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ شاداماں و بارونق بنائے اس آدمی کو جس نے مجھ سے حدیث سنی پھر اسے محفوظ کیا یہاں تک کہ دوسرے کو پہنچا دیا؛ اس لیے کہ بہت سے حاملِ فقہ، فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت سے حاملِ فقہ اس کو پہنچاتے ہیں جو اس حاملِ فقہ سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

یہ مبارک حدیث زید بن ثابت کے علاوہ، عبداللہ بن مسعود، جبیر بن مطعم وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، حدیث پاک کو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اسے محفوظ رکھنے

پھر اس کی تبلیغ و تحدیث پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ مسرت خیز دعا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حدیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شان انتہائی بلند اور اس کا فائدہ نہایت عظیم ہے؟ ورنہ یہ دعا کیوں دی جاتی!

حدیث پاک کی یہ عظمتِ شان اس کے سوا اور کیا ہے کہ یہ دین میں حجت اور احکامِ شریعت کی دلیل و بیان ہے۔ جیسا کہ خود اس حدیث کے آخری جزء "**رُبّ حامل فقه ليس بفقيه الخ**" سے ظاہر ہے۔

کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بابرکت فرمان ہمیں یہ احساس نہیں دلا رہا ہے کہ سامع حدیث کو بعد والوں تک اسے پہنچانے پر مامور کیے جانے کا مقصد بس یہی ہے کہ یہ بعد والے بھی اس فقہ اور حکم شرعی پر عمل کریں جس پر یہ حدیث مشتمل ہے؟ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے؛ جبکہ حدیث دلیل و حجت ہو اور شریعت کے احکام اس سے ثابت ہوتے ہوں۔

تو جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہمیں سنت کی راہ نمائی کی ضرورت ہے، بہت سارے احکام اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ جب تک ہمارے سامنے ان کی وضاحت نہ آجائے تو ان پر عمل کرنا کسی لحاظ سے بھی ممکن نہیں۔ تمام ادیان کے مسائل و احکام میں کچھ تو اصول ہوتے ہیں اور کچھ اس کے فروع، کسی بھی شریعت میں ہر مسئلہ مکمل وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتا بلکہ حالات کو مدنظر رکھ کر اصول ترتیب دے دیے جاتے ہیں تاکہ حکم ایک ہی مسئلہ کے ساتھ خاص ہو کر نہ رہ جائے بلکہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ آئندہ کبھی ایسا مسئلہ رونما ہو جائے تو اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے پیش آنے والے مسائل کو حل کیا جائے۔ بالکل اسی طرح کتاب اللہ ایک مجمل کتاب ہے جس کی توضیح، تبیین، تشریح سنت مطہرہ سے ہے۔

اس مضمون میں یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ کئی امسائل ایسے ہیں جن پر قرآن کریم میں تفصیل موجود نہیں بلکہ صرف اصولی راہ نمائی کی گئی ہے، ان مسائل کی فروعات کی وضاحت سنت مطہرہ میں کس طرح کی گئی ہے؟

امام شاطبیؒ رحمہ اللہ نے اس بات کو دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جس طرح سنت کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل میں، مطلق کی تقیید میں، عام کی تخصیص میں ہماری راہ نمائی کرتی ہے، اسی طرح سنت

فروع کے الحاق میں بھی ہماری راہ نمائی کرتی ہے۔امام شاطبیؒ رحمہ اللہ نے اس کو ثابت کرنے کے لیے مثالیں ذکر کی ہیں جن مثالوں میں اس بات کو مکمل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان مسائل کے حوالہ سے کتاب اللہ میں صرف اصول مذکور تھے، سنت نے آکر فروع کے حوالہ سے بھی ہماری راہ نمائی کی۔

اب قرآن اصول پر فروعات کو کیسے منطبق کیا جائے گا؟قرآن کریم میں ایسے اصول ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فروعات کا حکم بھی بعینہ وہی ہوگا جو کتاب اللہ میں مذکور اس مسئلہ کا ہے لیکن بعض قیودات ایسی جن سے نتیجہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔گویا یہ اصول سنت کی وضاحت پر اعتماد کرتے ہوئے فروع پر عمل کو لازم کر دیتے ہیں۔

فرعی مسائل میں ہمیں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ کتاب اللہ میں اگر کوئی حکم کسی واقعہ کے پس منظر میں ہے تو وہ اس کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ فروع کے لحاظ سے وہ اصول عام ہیں جہاں بھی وہ علت پائی جائے گی تو حکم اس پر منطبق ہوگا۔یہ نہیں کہا سکتا کہ یہ حکم تو صرف اس آدمی کے حق میں خاص تھا۔لہذا جب بھی کتاب اللہ میں کسی اصل کا ذکر ہو اور سنت میں ان معنوں کا ذکر پایا جائے جو کتاب اللہ کے اصل سے ملتے جلتے ہوں یا اس کے مشابہہ ہوں، یا اس کے معنوں کے قریب تر ہوں تو اس فروع میں بھی وہی حکم جاری ہوگا اور اس بات سے اس حکم میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں آنے والا کہ آپ ﷺ نے وہ حکم وہ بطور قیاس کے دیا ہے یا اللہ رب العزت کی وحی سے یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ہاں یہ بات ضروری ولازمی ہے کہ کتاب اللہ میں جو اصول ہیں وہ ان فروع میں تفسیری معنوں کے حوالے سے منطبق آتے ہوں۔

سود کی حرمت:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے سود کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں :

أن الله عز وجل حرم الرباوربا الجاہلية الذى قالوا فيه:(نما البيع مثل الربا)ہو فسخ الدين فى الدين، يقول الطالب: ما أن تقتضى وما أن تربى، وہو الذى دل عليه أيضا قوله تعالى: (ون تبتم فلكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون)؛ فقال عليه الصلاة والسلام: "وربا الجاہلية موضوع، وأول ربا أضعه ربا العباس بن عبد المطلب؛ فانه موضوع كله[6]

اس عبارت میں امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے سود کے مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے سود کو حرام قرار دیا۔ لیکن جاہلیت کے زمانہ میں لوگ سودی کاروبار کرتے تھے اور اس بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ "انما البیع مثل الربوا" بیع بھی تو سود کی طرح ہے کہ جس طرح بیع حلال ہے اسی طرح سود بھی حلال ہے اور ان کے ہاں سود زیادہ تر قرض کی صورت میں رائج تھا پھر قرض خواہ کا مطالبہ ہوتا کہ یا تو وقت پر رقم واپس کرو یا پھر اس میں زیادتی کرو۔اسی بات کے خاتمے کے لیے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ [7]

ترجمہ: اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے صرف راس المال ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔

نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:

وربا الجاہلیة موضوع، وأول ربا أضعه ربا العباس بن عبد المطلب؛ فإنه موضوع كله[8]

ترجمہ: جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا ہے اور پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کا سود ہے جو سارے کا سارا ساقط کیا جاتا ہے۔

سود اس لیے حرام ہے کہ اس میں بغیر کسی قسم کی محنت کے زیادتی ہوتی ہے، تو سنت نے اس کے ساتھ تمام ان اشیا کو بھی منسلک کر دیا جن میں اس طریقہ پر زیادتی ہو۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

الذہب بالذہب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعیر بالشعیر، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلا بمثل، سواء بسواء ، یدا بید فمن زاد أو ازداد؛ فقد أربی، فذا اختلفت ہذہ الأصناف فبیعوا کیف شئتم، ذا کان یدا بید[9]

سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے، ان کی خرید و فروخت میں دونوں ایک جنس سے ہوں، وزن میں برابر ہوں، نقد بہ نقد ہوں۔ اگر کسی نے اس میں زیادتی کی یا زیادتی کا مطالبہ کیا تو اس نے سود لیا۔ لیکن اگر صنف جدا جدا ہو جیسا چاہو معاملہ کرو جب کہ یہ معاملہ نقد بہ نقد ہو۔

پھر آپ (ﷺ) نے اس کے ساتھ ایسی بیع کو منسلک کیا جو کہ ادھار ہو اور اس کی اصناف مختلف ہو اس کو بھی سود سے شمار کیا؛ اس لیے کہ کسی ایک طرف سے ادھار زیادتی کا تقاضا کرے گا اور یہ معاملہ بیع سلف[10]

کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے جس میں بغیر عوض کے نفع ہوتا ہے اور شریعت میں یہ ممنوع ہے لہذا ہر وہ معاملہ جس میں بغیر کسی عوض کے زیادتی ہو اس کو حرام قرار دیا گیا۔

نکاح کی حرمت:

وہ عورتیں جن کے بارے میں اللہ کریم کا فرمان ہے کہ ان کے ساتھ تمہارے لیے نکاح حرام ہے، قرآن کے اس اصول میں سنت کس طرح ہماری راہ نمائی کرتی ہے اس بارے میں امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

أن الله تعالى حرم الجمع بين الأم وابنتها فی النكاح، وبين الأختين، وجاء فی القرآن: (وأحل لكم ما وراء ذلكم) ؛ فجاء نہيه -عليه الصلاة والسلام- عن الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها من باب القياس لأن المعنى الذى لأجله ذم الجمعبين أولئک موجود ہنا، وقد يروى فی ہذا الحديث: "فنكم ذا فعلتم ذلک قطعتم أرحامكم" ، والتعليل يشعر بوجه القياس[11]

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے وہ عورتیں جن کے ساتھ شریعت میں نکاح کو حرام کیا گیا ہے اس کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے نکاح میں عورت اور اس کی بیٹی کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن کریم میں اس بارے میں اللہ تعالی کا فرمان:

وَرَبَآءِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآءِكُمُ اللاَّتِي دَخَلْتُم بِهِن[12]

ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ (ﷺ) نے عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمادیا۔اس بارے میں آپ (ﷺ) کا فرمان:

عن أبی ہريرة رضی الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:لا يجمع بين المرأة وعمتها، ولا بين المرأة وخالتها[13]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اور اس کی پھوپی کو،اسی طرح عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

اس لیے کہ نکاح میں جو قباحت ماں اور بیٹی یا بہن کو بہن کے ساتھ جمع کرنے میں پائی جاتی ہے وہ ہی علت یہاں پائی جاتی ہے پھر اسی حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ جب تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنے ارحام کو قطع کیا گویا کہ تم نے اس بارے میں اللہ تعالی کے احکام کی حرمت کو پامال کیا جو کہ سنگین گناہ ہے۔

پانی کی طہارت:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے پانی کی طہارت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے:

أن الله تعالى وصف الماء الطهور بأنه أنزله من السماء ،وأنه أسكنه فى الأرض، ولم يأت مثل ذلك فى ماء البحر؛ فجاء ت السنة بلحاق ماء البحر بغيره من المياه بأنه "الطهور ماؤه، الحل ميتته[14]

کہ اللہ تعالی نے پاک کرنے والے پانی کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:

وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا[15]

ترجمہ: کہ ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔

اب اس آیت کریمہ میں سمندر کی پاکی کا کوئی ذکر نہیں ہے تو سنت نے آکر اس بات کی وضاحت کر دی کہ جس طرح دوسرے پانی پاک ہیں اسی طرح سمندر کا پانی بھی پاک ہے اور اس بارے میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان:

ہو الطہور ماؤہ و الحل میتته[16]

کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔

انسان کے اعضاء کی دیت:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے دیت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے

أن الدية فى النفس ذكرہا الله تعالى فى القرآن، ولم يذكر ديات الأطراف، وہى مما يشكل قياسہا على العقول؛ فبين الحديث من دياتہا ماوضح به السبيل، وكأنه جارمجرى القياس الذى يشكل أمره؛ فلا بد من الرجوع ليه ويحذى حذوه[17]

کہ قرآن میں اس بارے میں اصول ذکر ہے سنت نے اس کے ساتھ فرع کو منسلک کر دیا۔ قرآن کریم میں جان کی دیت کا ذکر تو موجود ہے اور اللہ تعالی کا فرمان:

يَا أَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِي الۡقَتۡلَى۔[18]

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے قتل کی صورت میں قصاص مقرر کیا گیا ہے۔

لیکن اطراف[19] کی دیت کا ذکر نہیں ملتا لیکن سنت نے آکر ان اطراف کی دیتوں کو بھی واضح کر دیا جس کی بنا پر مسئلہ بالکل واضح ہو گیا۔

وراثت کے حق دار:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے وراثت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله تعالى ذكر الفرائض المقدرة: من النصف، والربع، والثمن، والثلث، والسدس، ولم يذكر ميراث العصبة لاما أشار ليه قوله فى الأبوين: (فن لم يكن له ولد وورثه أبواهفلأمه الثلث[20]

وراثت میں جو حصے نصف، تیسرا، چوتھا، چھٹا، آٹھواں مقرر ہیں۔ قرآن کریم میں ان کا ذکر تو ملتا ہے مگر عصبہ کا ذکر نہیں ملتا۔ والدین کے بارے میں اللہ تعالی کا یہ فرمان راہنمائی کرتا ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ[21]

اگر میت کی اولاد نہ ہو اور والدین ہی وارث ہوں تو اس صورت میں والدہ کا تہائی حصہ ہے۔

اولاد کے بارے میں حکم ربانی:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ[22]　　اور مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔

عورتوں کے حصہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ[23]

پس اگر وہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کے لیے دو ثلث ہیں۔

اگر ایک عورت ہو تو اس کے بارے میں فرمایا:

وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ[24]　　اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔

اب ان آیات میں ان افراد کا ذکر تو ملتا ہے جو وراثت کے حقدار ہیں لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ مذکورہ افراد کے علاوہ عصبہ کون سے رشتہ دار ہوں گے جیسے دادا، چچا، چچازاد بھائی اور ایسے ہی ان کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ہیں ان میں عصبہ کون ہوگا؟ تو سنت نے اس کی وضاحت کر دی اور وہ آپ (ﷺ) کا فرمان: **ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقى فهو لأولى رجل ذكر**[25]

وراثت کے مقرر حصے ان کے حقداروں کو ادا کرو، پھر جو وراثت سے بچ جائے وہ اس مرد رشتہ دار کا ہے جو قرابت میں میت کے سب سے قریب ہے۔

توکتاب اللہ میں وراثت کے اصول کی خبر دے دی گئی۔اب باقی مال کے بارے میں جس وضاحت کی ضرورت تھی وہ آپ ﷺ نے فرمادی اس طرح آپ ﷺ نے وراثت کے فروع کو بھی بیان فرمادیا۔

رضاعت کامسئلہ:

أن الله تعالى ذكر من تحريم الرضاعة قوله: (وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة)فألحق النبى -صلى الله عليه وسلم- بهاتين سائر القرابات من الرضاعة التى يحرمن من النسب كالعمة والخالة وبنت الأخ، وبنت الأخت، وأشباه ذلک [26]

اس عبارت میں امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے رضاعت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے اور وہ اللہ تعالی کا فرمان:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ [27]

ترجمہ: تم پر وہ مائیں بھی حرام کر دی گئی ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں بھی۔

قرآن کریم کی آیت سے صرف ان دو رضاعی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ پھوپی، بھتیجی، خالہ، بھانجی وغیرہ جو رضاعت کی بناپر ہو ان کی حرمت کا کوئی ذکر نہیں۔تو آپ (ﷺ) نے رضاعت میں بھی ان تمام رشتوں کو حرام قرار دے دیا جو نسب کی بناپر حرام ہوتے ہیں اور نبی مہربان (ﷺ) کافرمان:

إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب [28]

ترجمہ: اللہ تعالی نے رضاعت کے وہ رشتے بھی حرام کر دیے ہیں جو نسب کی بناپر حرام ہیں۔

توقرآن کریم نے رضاعت کے مسئلہ میں اصول کو ذکر کیا۔آپ (ﷺ) نے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جو بھی اس کے تحت آسکتا ہے اس پر حکم صادر فرمایا۔

مدینہ منورہ کاحرم:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے مکہ و مدینہ کے حرم کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله حرم مكة بدعاء براہيم؛ فقال: (رب اجعل ہذا بلدا آمنا)وقال تعالى: (أولم يروا أنا جعلنا حرما آمنا) .وذلک حرم الله مكة، فدعا رسول الله -

صلى الله عليه وسلم- ربه للمدينة بمثل ما دعا به براہيم لمكة ومثل معه؛فأجابه الله وحرم ما بين لابتيہا[29]

اول تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا کی بدولت اللہ رب العزت نے مکہ کو حرم قرار دے دیا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس بارے میں دعا کی تھی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا[30]

ترجمہ: اے میرے پروردگار! اس مکہ کو امن والا شہر بنادے۔

اس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی بدولت اللہ رب العزت نے مکہ کو حرم بنایا۔ پھر جب آپ (ﷺ) ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ (ﷺ) نے مدینہ کے لیے بھی ایسی ہی دعا کی جیسی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کے لیے کی تھی۔

آپ (ﷺ) کی مدینہ کے بارے میں دعا:

إنى حرمت ما بين لابتى المدينة كما حرم إبراہيم مكة[31]

آپ (ﷺ) جب مدینہ تشریف لے گئے تو فرمایا: "اے اللہ! میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو ایسے ہی حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنایا تھا"۔

اللہ تعالی نے اپنے پیارے پیغمبر (ﷺ) کی دعا کو قبول فرمایا اور جو کچھ دونوں سیاہ پہاڑوں کے درمیان ہے اسے حرم بنادیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:

إنى أحرم ما بين لابتى المدينة أن يقطع عضاہہا،أو يقتل صيدہا[32]

مدینہ کے دونوں پہاڑوں کی جگہ کو میں حرم قرار دیتا ہوں۔نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کے شکار کو مارا جائے۔

ایک روایت میں یوں ہے:

ولا يريد أحد أہل المدينة بسوء إلا أذابه الله فى النار ذوب الرصاص، أو ذوب الملح فى الماء[33]

جو شخص بھی اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ رکھے گا اللہ تعالی اسے آگ میں یوں پگھلائے گا جیسے سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے یا پانی نمک میں مل جاتا ہے.

ایک دوسری حدیث میں ہے:

من أحدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا، ولا عدلا[34]

جس کسی نے اس میں کوئی نئی بات پیدا کی یا ایسے شخص کو پناہ دی جس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ اس سے نہ معاوضہ قبول کرے گا اور نہ بدلہ۔

آیت کریمہ میں مکہ کی حرمت کا ذکر تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے ساتھ مدینہ کی حرمت کو شامل کیا جس کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيْلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاء الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْم[35]

جن لوگوں نے کفر کیا اور مسجد حرام سے روکتے ہیں۔۔۔اور جو کوئی ظلم سے اس (مکہ) میں کج روی کرنا چاہے ہم اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

خریدوفروخت:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے بیع کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله تعالى ذكر البيع فى الرقاب وأحله، وذكر الجارة فى بعض الأشياء ؛ كالجعل المشار ليه فى قوله تعالى: (ولمن جاء به حمل بعير) والجارة على القيام بمال اليتيم فى قوله: (ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف).وفى العمال على الصدقة كقوله تعالى: (والعاملين عليها) -وفى بعض منافع لا تأتى على سائرها؛ فأطلقت السنة فيها القول بالنسبة لى سائر منافع الرقاب من الناس والدواب والدور والأرضين فبين النبى -صلى الله عليه وسلم- من ذلك كثيرا[36]

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بعض اشیا پر اجرت لینے کا ذکر کیا جس طرف یہ قرآنی آیت ہماری راہنمائی کرتی ہے:

وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيْر[37]

اور جو شخص وہ برتن لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر (غلہ اجرت) ہے۔

وَمَن كَانَ فَقِيْراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ[38]

اور جو تنگ دست ہو تو دستور کے مطابق اس سے مال کھا سکتا ہے۔

اسی طرح وہ حضرات جن کو آپ (ﷺ) نے زکوۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔آپ (ﷺ) نے ان کے لیے اجرت بھی مقرر فرمائی جس کے بارے میں قرآن میں یوں ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ[39]

اسی طرح وہ عورتیں جو بچوں کو دودھ پلائے ان کے لیے بھی قرآن نے اجرت کا ذکر کیا:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ[40]

اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔

قرآن کریم نے اجرت لینے کے چند ایک مسائل کا ذکر کیا لیکن سنت نے آکر اس کو ہر قسم کے منافعوں کے لیے عام کیا۔لوگوں میں سے غلاموں کے، چارپایوں، گھروں اور زمینوں ان سب چیزوں میں منافع کو جائز قرار دیا اور آپ (ﷺ) نے اس بارے میں بہت ساری چیزوں کے بارے میں وضاحت فرمادی۔

انبیاء کرام کے خواب:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے خواب کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله تعالى أخبر عن براہيم فی شأن الرؤيا بما أخبر به من ذبح ولده، وعن رؤيا يوسف، ورؤيا الفتيين، وكانت رؤيا صادقة، ولم يدل ذلک على صدق كل رؤيا؛ فبين النبی -صلى الله عليه وسلم- أحكام ذلک، وأن الرؤيا الصالحة من الرجل الصالح جزء من أجزاء النبوة، وأنها من المبشرات[41]

قرآن میں اس کے بارے میں اصول ذکر ہے سنت نے اس کے ساتھ فرع کو لاحق کر دیا۔اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اس خواب کی خبر دی جس میں ان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ رب العزت کی راہ میں قربان کر دے۔اسی طرح اللہ رب العزت نے حضرت یوسف کو ان کے اپنے خواب کی اور دونوجوانوں کے خواب بھی خبر دی۔یہ سب کے سب سچے خواب تھے لیکن ان تمام باتوں کا سچا ہونا اس بات کی ہر گز دلیل نہیں کہ انسان

جو بھی خواب دیکھے گا وہ سچا ہوگا۔ تو سنت نے آکر خواب کے احکام کو ذکر کیا۔ اس بارے میں آپ (ﷺ) کا فرمان ہے:

الرؤيا الحسنة، من الرجل الصالح، جزء من ستة وأربعين جزء ا من النبوة[42]۔

ایک صالح آدمی کے اچھے خواب نبوت کے اجزا میں سے چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ:

امام شاطبیؒ (رحمہ اللہ) نے ان تمام مثالوں کے ذریعہ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ احکام میں کچھ اصول ہوتے ہیں اور کچھ فروع۔ قرآن کریم میں اکثر احکامات کے اصول کا ذکر تو ملتا ہے لیکن فروع کی وضاحت نہ تھی۔ سنت نے اس بارے میں بھی ہماری راہنمائی کی کہ قرآن کریم میں جن احکامات کے اصول کا ذکر تھا، سنت نے آکر اس کی فروع کا الحاق بھی ان اصولوں کے ساتھ کر دیا۔

حواشی و حوالہ جات

1 القرآن الحكيم، النساء 80:4

2 سجستانی ، ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،کتاب السنة والاطعمة، بیروت : المكتبة العصرية،باب فی لزوم السنة ،ج4 ، ص: 400 ، رقم الحديث :4604

3 الحشر 7:59

4 حاکم ، محمد بن عبد الله ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم ،بیروت : درالمعرفة،ج:1 ، ص: 93

5 احمد بن حنبل ، مسند احمد، ،مسند الانصار ،بیروت: دار الحدیث،القاهرہ، ج :5،ص:183 ،

6 شاطبی،ابراہیم بن موسیٰ،الموافقات،کتاب الادلة الشرعية،الدليل الثانی،السنّة،المسالة الرابعة،دارالحديث:القاہرہ،ج:4 ،ص:329

7 البقرة:282:2

8 القشیری ، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ، کتاب الحج،باب حجة النبی ﷺ، رقم الحديث:1218

9 صحيح مسلم ، کتاب المساقاة ،باب الصرف وبیع الذهب ، رقم الحديث:1587

10 بیع سلف کا مطلب یہ ہے کہ خریدار رقم پہلے دیدے اور چیز کو ایک مدت کے بعد لے۔

11 شاطبی، الموافقات،ج:4 ،ص:331

12 النساء 24:4

13 بخاری، محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المراۃ علی عمتها،ح :5109

14 شاطبی، الموافقات، ج:4،ص:331

15 الفرقان،25:48

16 سجستانی، اابوداؤد،سلیمان بن اشعث،سنن ابی داؤد،کتاب الطھارۃ، باب الوضوءبماء البحر ،ح: 83

17 شاطبی، الموافقات، ج:4،ص:332

18 البقرۃ2:78

19 *اطراف جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، دانت، ہونٹ اور انگلیوں کا قصاص ہے*

20 شاطبی، الموافقات، ج:4،ص:332

21 النساء4:11

22 ایضاً

23 ایضاً

24 النساء4:11

25 بخاری، محمد بن اسماعیل ،صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیہ وامہ، رقم الحدیث:6732

26 شاطبی ، الموافقات، ج:4 ،ص:332

27 النساء 4:23

28 بخاری، صحیح البخاری، کتاب الشھادۃ علی الانساب ، رقم الحدیث:2645

29 الموافقات، کتاب الادلۃ الشرعیۃ، الدلیل الثانی ،السنّۃ، المسالۃ الرابعۃ، ج:4، ص: 333

30 البقرۃ2:126

31 مسلم ، صحیح مسلم ،کتاب الحج، باب فی سکن المدینۃ والصبر علی لاوائھا ،رقم الحدیث، 1374

32 ایضاً، باب فضل المدینۃ ،رقم الحدیث:1363

33 ایضاً

34 ایضاً، باب فضل المدینۃ ،رقم الحدیث:1366

35 الحج22:25

36 شاطبی، الموافقات، ج:4،ص:334

37 یوسف 12:72

38 النساء 4:6

39 التوبۃ9:60

40 الطلاق 65:6

41 شاطبی، الموافقات، ج:4،ص:334

42 بخاری، صحیح بخاری، کتاب التعبیر ،باب رویاالصالحین ،رقم الحدیث 6983